جناب شیخ فضل الٰہی

مولانا ولایت علیؒ صادقپوری

ہندوستان کے مسلمانوں کو سکھوں اور انگریزوں کے کافرانہ نظام اور ظلم و تشدد سے نجات دلانے اور خالص اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جن لوگوں نے بے شمار مصائب برداشت کیے اور اسی مقصد کے لیے اپنا تن، من، دہن سب کچھ قربان کر دیا ان میں سے ایک نمایاں شخصیت حضرت مولانا ولایت علی صادقپوری کی ہے۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

آپ بہار کے مشہور و معروف زبیری خاندان میں عظیم آباد پٹنہ کے محلہ صادقپور میں ۱۷۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا فتح علیؒ تھے۔ مولانا کا خاندان دینی و دنیاوی اعتبار سے سارے علاقے میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے نانا بہار کے ناظم تھے۔

مولانا صادقپوری نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ چار سال کی عمر سے لیکر بارہ سال کی عمر تک اپنے والد صاحب سے مختصرات کی تحصیل کی۔ اس کے بعد چار سال مشہور معقولی مولوی رمضان علیؒ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں مولوی اشرف علی لکھنویؒ کے حلقہ تلمذ میں شریک ہو گئے۔

تحریک مجاہدین میں شمولیت۔

قیام لکھنؤ ہی کے زمانے میں مولانا کی ملاقات، سید احمد شہید سے ہوئی جنہوں نے ہندوستان کو کافرانہ نظام سے نجات دلانے اور خالص اسلامی نظام کے قیام کے لیے تحریک شروع کر رکھی تھی، اسی ملاقات کا یہ اثر ہوا کہ آپ بھی اس تحریک سے وابستہ ہو گئے اور سید احمد شہیدؒ کے ساتھ رائے بریلی روانہ ہو گئے۔

طبیعت میں عظیم انقلاب

مولانا بہار کے ایک امیر گھرانے میں ناز و نعم میں پروان چڑھے تھے لیکن جب سید صاحبؒ کی تحریک میں شامل ہوئے تو ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ سرگزشت مجاہدین میں تذکرہ صادقہ کے حوالے سے مرقوم ہے:

"رائے بریلی میں مجاہدین اور سید شہیدؒ ایک مہمان خانہ تعمیر کر رہے تھے۔ مولانا صادق پوریؒ اس گروہ میں شامل تھے۔ جن کی ذمہ داری گارا بنانا تھی۔ چنانچہ مولانا سیاہ چادر باندھے گارا بنانے میں مصروف تھے۔ اسی حالت میں ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا۔

"عظیم آباد پٹنہ کے رئیس زادے ولایت علی کہاں ہیں؟"

(یہ مولانا کے گھر کے ملازم تھے جن کو مولوی فتح علیؒ نے مولانا کے لیے روپے اور ملبوسات دے کر بھیجا تھا)

آپ نے جواب دیا:

"ولایت علی میں ہی ہوں"۔

مولانا کی حالت اس قدر متغیر ہو چکی تھی کہ ملازم نے یقین کرنے سے انکار کر دیا بلکہ الٹا ناراض ہوا اس کی ناراضگی دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ:

"بھائی جاؤ پھر قافلہ میں تلاش کر لو"

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ مولوی فتح علی کے صاحبزادے وہی ہیں جو گارے میں لتھڑے ہوئے سیاہ تہمد باندھے کام کر رہے ہیں چنانچہ ملازم دوبارہ واپس آیا۔ خوب غور و خوض سے دیکھ کر پہچانا تو زار و قطار رونے لگا۔ پھر روپے اور ملبوسات دیئے تو مولانا نے فوراً رقم اور ملبوسات سید شہید کی خدمت میں پیش کر دی۔

جہاد کے لیے روانگی

سید شہیدؒ کے ہمراہ مولانا بھی جہاد کے لیے سرحد پر تشریف لے گئے۔ سید احمدؒ نے چند ایک ساتھیوں کو تبلیغ و تنظیم کے لیے ہندوستان بھیجا۔ ان ہی میں سے ایک مولانا بھی تھے۔ آپ کو حیدر آباد دکن کی طرف روانہ کیا گیا۔ آپ کو میدان جنگ سے واپسی کا انتہائی قلق تھا لیکن اطاعت امر کے پیش نظر سر تسلیم خم کیا۔

حیدر آباد دکن میں تبلیغی و تنظیمی خدمات

مولانا نے حیدر آباد دکن میں انتہائی جانفشانی اور محنت سے تبلیغ و اصلاح کی خدمات سر انجام دی۔ تبلیغ کے کئی ایک مرکز قائم کیے اور انہی کی کوششوں سے بفضل خدا دس ہزار آدمی تحریک مجاہدین سے وابستہ ہوئے پھر ان دس ہزار آدمیوں میں بعض افراد انتہائی اہمیت کے حامل تھے جن کی مخلصانہ کوششوں سے تحریک کو بہت تقویت پہنچی۔ چنانچہ مولانا ہی کی تعلیم سے تحریک میں شامل ہونے والے ایک صاحب مولوی محمد آصف تھے جن کی کوشش سے ایک لاکھ افراد حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

مولانا کی وجہ سے شامل ہونے والے افراد محض مردم شماری کے ساتھی نہ تھے بلکہ راہِ حق میں سب کچھ لٹانے والے تھے۔ چنانچہ حیدر آباد دکن ہی میں مولانا کی کوشش سے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں میں سے ایک صاحب مبارز الدولہ برادر ناصر الدولہ سربراہ ریاست حیدر آباد دکن تھے۔

بیعت کے وقت مبارز الدولہ کی کئی ایک بیویاں تھیں۔ مولانا کی تبلیغ کی بنا پر انہوں نے چار بیویاں رکھ لیں اور باقی کو حسب حال مال و متاع دے کر رخصت کر دیا مطلقہ عورتوں نے علاقہ میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ ناصر الدولہ نے اسے خاندانی عزت و وقار کا مسئلہ سمجھا اور مبارز الدولہ کو مجبور کیا کہ وہ سب بیویوں کو اپنے حرم میں رکھیں لیکن مبارز الدولہ نے صاف انکار کر دیا۔ اسی جرم کی پاداش میں ان کو گولکنڈہ کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس مردِ حق نے نظر بندی کی ہی حالت میں جان دینی گوارا کی لیکن حق سے ایک انچ بھی ہٹنا گوارا نہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا کی تبلیغ کا اثر خود ان کے خاندان پر یہ ہوا کہ اپنے وقت کی دنیا کی عظیم طاقت اس خاندان کو بے شمار تکالیف و مصائب پہنچانے کے باوجود اپنے سامنے سرنگوں نہ کر سکی۔ اور ان کی تحریک مجاہدین سے وابستگی میں معمولی فرق بھی نہ آیا چنانچہ مولانا مسعود عالم ندوی فرماتے ہیں:

"اس (مولانا صادقپوری) کے خاندان کی وابستگی کا نتیجہ دیکھنا ہو تو گورنمنٹ آف انڈیا کے ریکارڈ دیکھو، مقدمات سازش کی روئیدادیں پڑھو۔ سرحد اور ماورائے سرحد کی پہاڑیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے پوچھو۔ اس خاندان نے سید شہید کی شہادت سے لے کر مسلسل سو سال تک جس طرح جہاد کا علم بلند رکھا وہ قربانی اور جانفروشی کی تاریخ میں آپ اپنی مثال ہے۔"[1]

---

[1] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک۔

وعظ میں تاثیر

حضرت مولانا کی تبلیغی میدان میں اس قدر کامیابی بفضل خدا ان کی اپنی قربانیوں اور قوت تقریر کی بے پناہ قابلیت کی بدولت تھی۔ نواب صدیق الحسن خانؒ مولانا کے وعظ کی تاثیر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"میں نے جو اثر سریع وعظ مولوی ولایت علی مرحوم میں پایا۔ نہ کہیں دیکھا نہ سنا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے اور دین کی خدمت کا جذبہ دل سے اٹھتا ہے"[1]

مسلمانان ہند کا "خاص مہربان" ولیم ہنٹر مولانا کے زورِ خطابت کے بارے میں کہتا ہے:

پٹنہ کی عدالت کے کاغذات مظہر ہیں کہ مولوی ولایت علی، مولوی عنایت علی نے بحیثیت مذہبی آتش بیانوں کے سرحد میں اپنا سکہ جما لیا تھا[2]

شیخ الکل سید نذیر حسین کو خدمتِ دین پر آمادہ کرنا۔

حضرت مولانا کے سفیری کارناموں میں سے ایک ممتاز کارنامہ، ایک ایسے شخص کو دینی تعلیم کے حصول اور اپنے آپ کو راہِ خدا میں وقف کرنے پر آمادہ کرنا ہے جس نے ساٹھ سال تک مسند تدریس پر بیٹھ کر قرآن وسنت کی ایسی خدمات سر انجام دی کہ سارے ہندوستان میں عمل بالقرآن والسنہ کا چرچا ہوا۔ یہ عظیم المرتبت شخصیت شیخ الکل میاں نذیر حسین تھے۔ مولانا ولایت علی صادقپوریؒ ایک دفعہ میاں صاحبؒ کے گاؤں سورج گڑھ کے پاس سے گزرے تو ان سے ملاقات ہوئی[3] اور دینی تعلیم کے حصول کی ترغیب دی۔ بس اس کا وہ اثر نکلا جس کا ہم آج تک مشاہدہ کر رہے ہیں۔

بالاکوٹ کا واقعہ اور حیدر آباد دکن سے واپسی

حضرت صادقپوریؒ حیدر آباد دکن ہی میں تبلیغ و ارشاد میں مصروف تھے کہ بالاکوٹ میں سید احمد اور دوسرے ساتھیوں کی شہادت کی خبر سنی۔ آپ عظیم آباد پٹنہ میں تشریف لائے اور جماعت کی تنظیم کا کام از سر نو شروع کیا۔ اپنے بھائی مولانا عنایت علیؒ کو بنگال اور مولوی زین العابدین حیدر آبادی کو الٰہ آباد کی طرف بھیجا اسی طرح دیگر علاقوں کی طرف مبلغین روانہ کیے۔ خود عظیم آباد میں تذکیر و تبلیغ اور ترغیب جہاد دیتے رہے۔ سید احمدؒ کی شہادت کے بعد سرحد میں اس تحریک کو زندہ رکھنے کے لیے سید نصیر الدین دہلوی نے کوشش کی لیکن سید نصیر الدین کی شہادت کے بعد تحریک پر افسردگی چھائی ہوئی تھی مولانا صادقپوری نے انتہائی

---

[1] ابقاء المنن [2] مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۷ [3] Indian Muslemans Page.134 [4] سرگزشت مجاہدین

جانفشانی سے دن رات ایک کر کے اس تحریک میں نئی جان پیدا کر دی. حضرت صادقپوریؒ کی اس میدان میں عظیم الشان خدمات کے ان کے دشمن بھی معترف ہیں اور الفضل ما شهدت به الاعداء والی بات ان پر صحیح صحیح صادق آتی ہے چنانچہ ولیم ہنٹر لکھتا ہے:

> مذہبی مجنونوں کی تحریک دوبارہ ختم ہوتی نظر آرہی تھی لیکن پٹنہ کے خلفاء مولانا ولایت علیؒ و عنایت علی، مشنری جذبہ اور مالی وسائل جو انہیں حاصل تھے، نے ازسرنو اس مقدس جھنڈے کو نوائف سے باز کیا. انہوں نے سارے ہندوستان میں اپنے مبلغین پھیلا دیے اور ایک ایسا عظیم ترین مذہبی انقلاب برپا کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی ——— بنگالی ہند میں انہوں نے جوش و خروش کی ایسی آندھی چلائی کہ عورتوں نے اپنے زیورات تک بیت المال میں جمع کروا دیے شمال مغربی صوبہ سے رنگروٹوں کے گروہ در گروہ مجاہدین کے کیمپ کی طرف جانے لگے۔[1]

حضرت مولانا کی کوششوں سے جماعت کی زندگی میں عظیم الشان قوت و ہمت کا پیدا ہونا، ان کی قائدانہ صلاحیت، تدبر و فہم، انتھک محنت، اخلاص وللّٰہیت اور اپنے مقصد سے والہانہ شغف پر دلالت کرتا ہے. اخوه اودی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اِذَا تَوَلّٰی سُرَاةُ النَّاسِ اَمْرَهُمْ
نَمَا عَلٰی ذَاكَ اَمْرُ الْقَوْمِ فَازْدَادُوْا

جب بہترین لوگوں کے ہاتھ میں معاملات نظم ونسق ہوتا ہے تو قوم کے حالات سدھرتے ہیں اور اس کی نشوونما اور ترقی ہوتی ہے.

مولانا کی ان صلاحیتوں کے اغیار بھی معترف ہیں، چنانچہ ولیم ہنٹر ہی لکھتا ہے:

> پٹنہ کے خلفاء انتھک مبلغ ہیں اپنے آپ سے بے پرواہ. اپنی زندگیوں میں بے داغ اپنے مقصد کے حصول یعنی انگریزوں کے کافرانہ نظام کا خاتمہ کے لیے مکمل طور پر وقف، مجاہدین کی بھرتی اور روپے پیسے کا بندوبست رکھنے میں غیر معمولی مہارت رکھنے والے تھے۔[2]

---

[1] The Indian Musalmans, Page 41. [2] The Indian Musalmans, Page 38

ہمہ گیر شخصیّت

حضرت صادق پوری رحمہ اللہ چند ایک ایسے لوگوں میں ہیں جنہیں قدرت نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہو اور جو ہر میدان میں شہسوار ہی نظر آتے ہیں۔ مولانا پر یہ شعر کہنا بالکل صادق آتا ہے۔

وَ لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
اَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات مشکل نہیں کہ فردِ واحد میں بہت سے لوگوں کی خوبیاں پیدا کر دے۔

مولانا عبدالحی آپ کی ہمہ گیر شخصیت کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

كَانَ جَامِعًا بَيْنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْعِبَادَةِ وَالْفَتْوٰى، عَالِيَ الْهِمَّةِ، بَعِيْدَ التَّنَظُّرِ، مُرَابِطَ الْجَاشِ. زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا مُقْبِلًا إِلَى اللّٰهِ بِقَلْبِهِ وَقَالِبِهِ - قَوِيَّ التَّأْثِيْرِ - كَثِيْرَ الْاِبْتِهَالِ وَالدُّعَاءِ

آپ کی ذات علم عمل اور عبادت و فتویٰ کا حسن امتزاج تھا۔ آپ بلند ہمت، بلند فکر اور مضبوط دل رکھنے والے تھے۔ دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی تمام توجہات مبذول کرنے والے اور پُراثر شخصیت رکھنے والے تھے۔ آپ خدا کے حضور بہت گریہ زاری اور التجائیں کرنے والے تھے[1]۔

آپ نے ایک طرف جہاد کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا تو دوسری طرف قرآن و سنت کی اشاعت و طباعت کی بھی طرف خاص توجہ دی۔ آپ نے خود ردّ شرک، عمل بالحدیث، نماز اور دیگر مسائل کے بارے میں رسائل تصنیف کیے۔ مولانا کے تصنیف کردہ رسائل کا ایک مجموعہ رسائل تسعہ کے نام سے مولانا عبدالرحیم صادق پوری نے طبع کروایا۔

علاوہ ازیں آپ نے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا ترجمہ قرآن مجید اور شاہ اسماعیل شہید کے رسائل طبع کروائے۔ پہلے ان کی طباعت لکھنؤ کے ایک مطبع سے کروانی چاہی لیکن مطبع کے انکار پر دس ہزار میں ٹائپ پریس خرید کر مذکورہ بالا اور دیگر کتابیں طبع کروا کر تقسیم کیں۔

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۵۲۵ بحوالہ رسالہ عمل بالحدیث ص ۶ مکتبہ سلفیہ [2] سرگزشت مجاہدین ص ۲۲۹ بحوالہ تذکرہ صادقہ

احیائے سنن

آپ کو مصطفویؐ سنت سے والہانہ شغف تھا۔ خود اپنی زندگی سنت کے مطابق بسر کرتے اور دوسروں کو بھی اتباع سنت کی تلقین کرتے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی حضرت صادق پوری کے بارے میں فرماتے ہیں۔

كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى اِتِّبَاعِ السُّنَّةِ السَّنِيَّةِ مُتَتَبِّعًا لِلسُّنَنِ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ وَالسِّيَرِ عَامِلًا بِهَا۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ مبارک کی پیروی کے انتہائی مشتاق تھے۔ آپؐ کے طور و اطوار معلوم کرنے کے لیے حدیث و سیر کی کتابوں میں تتبع و تلاش کرتے اور اس پر عمل کرتے[1]۔

آپ کا یہی جذبہ تھا جس کی بدولت آپ کو کئی ایک مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں بہار میں بیوہ عورت کا نکاح کرنا انتہائی قبیح سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے ایک بیوہ عورت دختر مولوی الٰہی بخش مرحوم سے شادی کر کے اس خیال کی بیخ کنی کی۔ اسی طرح آپ نے اپنے بھائی مولانا عنایت علیؒ کا نکاح ایک اور بیوہ عورت سے کیا۔ ایک اور سنت جس کا احیاء آپ کے ہاتھوں ہوا۔ وہ مہر میں تعلیم قرآن مقرر کرنا ہے۔ آپ نے ایک شخص عبدالغنی کا نکاح تعلیم قرآن مہر مقرر کر کے کروا دیا۔ اسی طرح آپ نے شادی بیاہ انتہائی سادگی سے کرنے کی سنت دوبارہ زندہ کی۔ شاید بعض حضرات ان باتوں کو معمولی تصور کریں۔ ان کے اس اندازِ فکر کا جواب مولانا مسعود عالم ندوی کے الفاظ میں سنیئے۔

"آپ کی ذات سے جو احیائے سنت ہوا۔ اس کی تفصیل کے لیے دفتر چاہیے۔ شاید عصرِ حاضر کے روشن خیال حضرات کو یہ باتیں معمولی اور حقیر معلوم ہوں۔ لیکن جب آج سے سو سال پہلے کے حالات کا تصور کریں تو ان علمائے حق کی جرأت اور ان کے جذبہ اتباع سنت کا صحیح اندازہ ہو سکے گا[2]۔"

جہاد کی تیاری اور کامیابی

مذکورہ بالا امور کی بطریق احسن انجام دہی کے ساتھ آپ نے تحریک مجاہدین کی تنظیم و توسیع پر بھی خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔

---

[1] نزہتہ الخواطر ج ۷، ص ۵۲۵ بحوالہ رسالہ عمل بالحدیث، ص ۶ مکتبہ سلفیہ [2] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک۔

آپ اس بات کے انتظار میں رہتے کہ مناسب موقع آسکے تاکہ وہ انگریزوں اور سکھوں سے دو دو ہاتھ کر سکیں۔ آپ کی تمنا اس طرح پوری ہوئی کہ سید ضامن شاہ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ سرحد پر تشریف لا کر آغاز جہاد کریں۔ آپ نے اپنے بھائی مولوی عنایت علی کو ۱۸۴۳ء میں سرحد کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں کاغان سے لے کر بالاکوٹ تک اور ستھانہ سے لے کر کشمیر تک کا علاقہ سکھوں کے چنگل سے آزاد کروالیا۔ ۱۸۴۶ء میں مولانا ولایت علی خود بھی ہجرت کرکے علاقہ مجاہدین میں پہنچ گئے۔

اسلامی نظام کا نفاذ

مجاہدین نے مذکورہ بالا علاقے میں اسلامی قوانین و حدود کا نفاذ کیا۔ تمام لوگوں پر ضروری تھا کہ وہ نماز باجماعت ادا کریں۔ معقول عذر کے بغیر جماعت میں نہ شریک ہونے والوں کو جرمانہ کیا جاتا۔ ڈاکوؤں کو قتل کی سزائیں دی جاتیں۔ جو لوگ شادی اور غمی میں غیر شرعی رسوم کے مرتکب ہوتے۔ ان سے بھی جرمانہ لیا جاتا۔ جا بجا مفتی مقرر کیے جو مختلف معاملات کے بارے میں فتوے دیتے۔

سرحد سے واپسی

انگریز اور سکھ مسلمانوں کے اقتدار کو کب برداشت کرنے والے تھے۔ انگریزوں اور سکھوں نے مل کر مجاہدین پر حملہ کیا۔ مجاہدین نے انتہائی جواں مردی اور بہادری سے مقابلہ کیا لیکن افغانوں کی غداری کے سبب شکست ہوئی۔ مولانا مرحوم اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی کو گرفتار کرکے عظیم آباد پٹنہ بھیج دیا گیا۔ عظیم آباد پٹنہ میں ان سے دس دس ہزار روپے کی ضمانت لے کر شہر میں نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ پابندیاں مولانا کو اپنے مقصد کے لیے کوشش سے کب روک سکتی تھیں۔ آپ ایسے لوگوں میں سے نہ تھے جو حالات کے مطابق اپنے آپ کو بدل لیتے ہیں آپ تو حالات کا رخ بفضل خدا بدلنے والوں میں سے تھے۔ گویا آپ اقبال علیہ الرحمہ کے اس شعر کی تصویر تھے۔

حدیث بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز !

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

چنانچہ آپ نے اپنے علاقہ میں تبلیغ و تنظیم کا سلسلہ جاری رکھا اور دوسرے علاقوں کی طرف مبلغین کو بھیجا۔ علاوہ ازیں مجاہدین کے دوسرے گروہ جو میر اولاد علی سورج گڑھی کی زیر قیادت ستھانہ میں مقیم ہو چکا تھا۔ سے بھی رابطہ رکھا۔ چنانچہ پابندی ختم ہوتے ہی آپ ۱۸۴۹ء میں سرحد کی طرف ہجرت کر گئے۔ مولانا نے

یہاں آکر از سرِ نو مجاہدین کی تنظیم کی لیکن ابھی انہی تیاریوں میں مصروف تھے کہ داعیٔ اجل نے ۱۸۵۲ء میں پکارا اور آپ نے لبیک کہی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ کا خاندان

آپ کے بعد آپ کے خاندان نے بھی اسی مقصد کے حصول کی خاطر جس کے لیے آپ کوشاں تھے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ آپ کے خاندان کے بارے میں مولانا ندویؒ فرماتے ہیں۔

"اس فردِ کامل کے بعد اس کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، عزیزوں اور ماننے والوں نے جس طرح اپنے خون سے اس نخلِ خزاں دیدہ کی آبیاری کی وہ اسلامی ہند کی پوری تاریخ میں آپ اپنی مثال ہے۔"

ایسے خاندان ہی کے بارے میں کسی نے کہا ہے۔

إِذَا سَيِّدٌ مِنَّا خَلَا قَامَ سَيِّدٌ
قَؤُولٌ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ فَعُوْلُ

جب ہمارا کوئی سردار مرتا ہے تو دوسرا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے جو شرفاء کے اقوال و اعمال کا حامل ہوتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام کا سب سے بڑا معجزہ

انسانوں کے دلوں کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیا ہم لوگوں کا تزکیۂ نفس کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ کیا ہم اولادِ آدم کو قرآن حکیم کی تعلیم سے روشناس کرانے کی تگ و دو کرتے ہیں؟ کیا ہم میں اپنی ثقافت کو پھر سے حسین بنانے کی طلب و آرزو ہے؟ یقیناً یہ کچھ بھی ہیں تو پھر کون ہے جو یہ دعوےٰ کر سکتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چل رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ایک بار پھر نہ صرف اپنی قوم میں بلکہ تمام دنیا میں محولہ بالا شانی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متذکرہ بالا اسوۂ حسنہ پر عمل کریں۔ یہ وہ راز ہے جس کے متعلق علامہ اقبال نے کہا ہے ع

دولتِ ہست کہ یابی سرِ راہے گاہے۔